۲۴۔ i- مسلم، صحیح، صلاۃ المسافرین، رقم ۱۶۱۸، ص ۲۷۷

ii- بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، صحیح بخاری، تقصیر الصلاۃ، رقم ۱۰۹۸، ص ۳۲۳ مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت ۱۴۳۱ھ

iii- ابوداؤد، صلاۃ السفر، رقم ۱۲۲۴، ص ۲۵۲

iv- نسائی، کتاب القبلہ، رقم ۷۴۳، ص ۱۶۸

۲۵۔ شرح مسلم، ج ۱، ص ۲۴۵

۲۶۔ i- المبسوط، ج ۲، ص ۲

ii- بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۱۱۰

iii- رد المحتار، ج ۱، ص ۱۱۴

۲۷۔ ترمذی، جامع صحیح، کتاب الصلاۃ، رقم ۴۱۱، ص ۱۴۵

۲۸۔ المغنی مع شرح الکبیر، ج ۲، ص ۴۷۸

۲۹۔ امجد علی، (م ۱۳۶۷ھ)، بہار شریعت، ج ۴، ص ۱۹، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی

۳۰۔ بخاری، جامع صحیح، صلاۃ الخوف، رقم ۹۴۳، ص ۲۸۵

۳۱۔ مسلم، صحیح، صلاۃ المسافرین، رقم ۱۹۴۴، ص ۳۲۵

۳۲۔ المبسوط، ج ۱، ص ۳۹۸

۳۳۔ المبسوط، ج ۱، ص ۱۱۱

۳۴۔ فتاویٰ عالمگیری، ج ۱، ص ۱۵۶

۳۵۔ ابن عابدین، شامی، (م ۱۲۵۲ھ)، منحۃ الخالق علی ہامش البحر، ج ۱، ص ۱۴۲، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

۳۶۔ البحر الرائق، ج ۱، ص ۱۴۲

۳۷۔ رد المحتار، ج ۱، ص ۲۱۷

معجزات اور استشراقی فکر-ایک جائزہ

محمد شہباز منج*

معجزات وخوارق کو مذہب میں نہایت اہم اور غیر معمولی حیثیت حاصل ہے۔ یہ محض اسلام ہی سے متعلق نہیں، بلکہ تمام مذاہب کا ایک ضروری عنصر ہیں۔قرآن کے علاوہ دیگر صحفِ سماوی اور مذہبی کتب میں معجزات کا نہایت واضح ذکر ملتا ہے۔وحی اور صحفِ سماوی پر کامل ایمان کا حامل معجزات کا انکار نہیں کرسکتا۔معجزہ انبیاے کرام کی صداقت کی اہم نشانی اوران کی سچائی کی منہ بولتی دلیل ہوتا ہے، جو محض قدرتِ الٰہی سے،انبیا کی نصرت وتائید کے لیے،ان کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے۔عقلی اعتبار سے بھی معجزات وخوارق کسی طور مستبعد نہیں۔لیکن مستشرقین اور مغربی اہلِ فکر،جن کا عمومی طور پر اسلام سے متعلق متعصبانہ و معاندانہ رویہ ظاہر و باہر ہے، نے اپنے تعصب اور عناد کی بنا پر دیگر امور کی طرح معجزات بھی کو نشانہ ستم بنایا۔وہ تمام حقائق کو نظر انداز کرتے ہوئے، جہاں ایک طرف معجزہ کے بحیثیت مجموعی مطلقاً انکار کی فضا تیار کرنے کی سر توڑ کوشش کرتے ہیں ،وہاں یہ باور کرانے کی بھی سعی کرتے ہیں کہ قرآن میں معجزات کا کچھ ذکر نہیں،اور حضورؐ نے خود کو معجزات عطا ہونے کا انکار کیا تھا، نیز معجزہ عقل اور قانونِ قدرت کے بھی خلاف ہے۔لہٰذا معجزات وخوارق کا قائل ہونا جہل و نادانی کے سوا کچھ نہیں۔ سطورِ ذیل میں معجزات کے حوالے سے مغربی اہلِ فکر کے افکار کو سامنے لاکر ان کا جائزہ پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

یورپ میں جدید علمی وسائنسی ترقی نے کائنات کے بارے میں انسان کا نقطہ نظر بدل ڈالا۔(۱) قدیم کلیسائی مذہبی عقائد وتصورات کے خلاف شدید ردِعمل پیدا ہوا۔مذہب گریز رجحانات کا انتہائی تیزی سے فروغ شروع ہوگیا۔ مذہب کو عقلی وسائنسی اور تاریخی تنقید کے اصولوں کا سامنا ہوا۔ہر عقیدہ اور مسئلہ کو میزانِ عقل پر تولا جانے لگا۔تعلیم یافتہ افراد میں ہر اس چیز کا انکار ایک فیشن بن گیا، جو محسوسات سے ماورا یا عقلی وسائنسی طور پر ثابت نہ ہو۔مذہبی عقائد وتصورات کو غیر ضروری قرار دینے کا رجحان سامنے آیا۔(۲) لوگوں کی توجہ حیات اُخروی سے حیات دنیوی اور کائنات سے مادیات کی طرف منتقل ہوگئی۔(۳) اس تناظر میں یورپ میں ایک پر اثر تحریک شروع ہوئی جس کا مقصد لوگوں کو مزعومہ وہم پرستی سے نجات دلاکر اس بات کا یقین دلانا تھا کہ یہ کارخانہ کائنات کچھ ''قوانینِ فطرت'' کے تحت کام کررہا ہے۔یہ قوانین فطرت خدا کا حکم بھی ہو سکتے ہیں اور نہیں بھی۔تاہم ان میں کسی قسم کی مداخلت نہیں ہوتی۔روزنتھال (Rosenthal) کا بیان ہے کہ قانونِ فطرت کا یہ تصور کوئی نیا تصور نہیں بلکہ اسے ازمنہ قدیمہ میں سقراط اور افلاطون وغیرہ نے پیش کیا تھا۔البتہ یورپ میں اسے سترھیوں اور اٹھارویں صدی میں وسیع پیمانے پر پھیلانے کا سہرا اسپینوزا، لاک، روسو اور کانٹ وغیرہ اہلِ فکر کے سر ہے۔(۴) چنانچہ

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا، پاکستان

یورپ میں عام طور پر یہ تصور جڑ پکڑ گیا کہ ''قوانین فطرت'' سے ہٹ کر کسی واقعہ کے وقوع پذیر ہونے پر ایمان رکھنا عقل وعلم سے بیر اور جہالت و وہم پرستی کے سوا کچھ نہیں:

"History clearly demonstrates that whenever ignorance and superstition have prevailed every obscure occurrence has been attributed to supernatural agency..."(۵)

''تاریخ سے بالکل واضح ہے کہ جب جب جہالت وتوہمات کا دوردورہ رہا، ہر اس واقعہ کو، جس کے اسباب معلوم نہ ہوں، مابعد الطبیعاتی عنصر کی طرف منسوب کیا جاتا رہا۔''

جب معجزہ کا تصور دور جہالت و وہم پرستی کی یادگار قرار پایا تو لفظ معجزہ کے استعمال سے بھی وحشت ہونا شروع ہوگئی۔ انسائیکلوپیڈیا امریکانا کے مقالہ نگار کے مطابق ابتدائی دور میں معجزہ کا لفظ محاورات میں درج تھا جیسے ''دنیا کے سات معجزات''، لیکن بعد میں اس کی جگہ ''دنیا کے سات عجائبات''، کا جملہ استعمال ہونے لگا۔ وجہ یہ تھی کہ اب یہ سمجھا جانے لگا تھا کہ لفظ معجزہ جس مفہوم میں استعمال ہوتا ہے، وہ قانون فطرت سے انحراف کا مفہوم ہے، اور لوگوں کے ہاں یہ تصور پختہ ہو چکا تھا کہ کائنات جانے بوجھے قوانین فطرت کے مطابق عمل کرتی ہے، اور ان قوانین سے انحراف کو بآسانی پہچانا جا سکتا ہے۔(۶) مذکورہ مقالہ نگار آگے چل کر معجزات کو ان پڑھ معاشروں کی ناقابل اعتبار کہانیوں سے تعبیر کرتے ہوئے Miracles in Nonliterate Societies کے زیر عنوان لکھتا ہے کہ قدیم زمانے اور آج کے دور کے پرانے خیالات کے حامل ان پڑھ لوگوں میں بالعموم غیر معمولی واقعات اور کہانیوں کے وقوع اور ان کی خصوصیات کا تذکرہ ہوتا رہتا ہے۔ یہاں ایسے واقعات اور کہانیوں کو غیر معمولی انسانوں اور دیوتاؤں سے، جو ان کے نزدیک غیر معمولی طاقتوں کے حامل ہوتے ہیں، منسوب کیا جاتا ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کو ایسے واقعات کو بغیر کسی ظاہری تعجب کے بیان کرنے میں کچھ تامل نہیں ہوتا۔ یہ معجزاتی کہانیاں دراصل ان عجائبات سے عبارت ہیں، جن سے پرانے لوگ لطف اندوز ہوا کرتے تھے، ورنہ ان کا کچھ اعتبار نہیں، کیونکہ اس زمانے میں کسی چیز کا صحیح مشاہدہ کر کے اس کے متعلق واقعی شہادت دینے والے اور اس شہادت کے معیار پر پورا اترنے والے لوگ بہت کم تھے۔ مقالہ نگار آگے چل کر Miracles in Literate Societies کے زیر عنوان تعلیم یافتہ معاشروں میں معجزے کے تصور کے علم وترقی کے سامنے نہ ٹھہر سکنے کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ جب معاشروں میں علم وتعلم اور، لکھنے پڑھنے نے ترقی کی اور ریکارڈ کی حفاظت عام ہوگئی تو معجزاتی کہانیاں تاریخی بیانات اور علمی کتابوں سے غائب ہوگئیں۔ ایسا ہونا ہی چاہیے تھا، کیونکہ اب انسان کا علم علت ومعلول کی کنہ کو پا گیا تھا اور انسان اس قدیم جہالت سے نکل آیا تھا، جس میں واقعات کو خواہ مخواہ مافوق الفطرت عناصر سے منسوب کر دیا جاتا تھا۔ تاہم یہ کہانیاں ان لوگوں میں زندہ رہیں جہاں حقائق کا علم صحیح یا قابل حصول نہیں تھا۔ مثال کے طور پر مذہب اور جادو کے میدان میں، یہ کہانیاں اب

بھی موجود ہیں۔(۷)الغرض معجزات وخوارق کو مذہب اور جاہل وکم علم لوگوں کی غیر عقلیت پسندی سے تعبیر کرتے ہوئے مسترد کر دیا گیا۔The Brill dictionary of Religions کے مقالہ نگار کے مطابق:

"In the nineteen century, the natural sciences challenged the church's support of the reality of miracles with belief in eternal and unchangeable laws of nature, This challenge threatened the very idea of a personal God who interacts with the world."(۸)

''انیسویں صدی میں طبیعی علوم نے دائمی اور ناقابل تغیر قوانین فطرت کے عقیدہ کے تحت کلیسا کے معجزہ کو امر واقعہ سمجھنے کے تصور کو چیلنج کر دیا۔ یہ چیلنج شخصی خدا کے کائنات سے تعامل کے عقیدے کے لیے ایک تھدید تھا۔''

بلاشبہ قوانین فطرت کا مذکورہ تصور کلیسا اور عیسائیت کے لے انتہائی خطرناک تھا، کیونکہ عیسائیت معجزات پر ایمان کے بغیر زندہ ہی نہیں رہ سکتی تھی۔اس سلسلہ میں یہاں تک کہا گیا کہ:

"If miracles be incredible, Christianity is false. If Christ wrought no miracles, the Gospels are untrustworthy, if Resurrection be merely a spiritual idea, or a mythicized hallucination, then our religion has been founded on an error."(۹)

''اگر معجزات ناقابل اعتماد ہیں تو عیسائیت محض جھوٹ ہے۔ اگر مسیح کے پاس معجزات نہ تھے تو اناجیل کا کوئی اعتبار ہی نہیں۔ اگر احیائے مسیح صرف ایک روحانی تصور یا وہم وافسانہ ہے تو ہمارے مذہب کی بنیاد ہی غلط ہے۔''

چنانچہ بعض حلقوں کی طرف سے عیسائیت کی تصدیق کی واضح شہادت، یعنی معجزات، کے استرداد کا نوٹس لیتے ہوئے ان کی ضرورت اور ثقاہت کو ثابت کرنے کی سرتوڑ کوشش کی گئی۔ مثال کے طور پر Mozely نے کہا:

"...if it was the will of God to give a revelation, there are plain and obvious reasons for asserting that miracles are necessary as the guarantee and voucher for that revelation."(۱۰)

''...اگر عطائے وحی خدا کا منشا تھا، تو اس دعوے کے واضح اور کھلے اسباب موجود ہیں کہ اس وحی کی ضمانت و تصدیق کے لیے معجزات ناگزیر ہیں۔''

لیکن اٹل قوانین فطرت کا تصور اہل یورپ میں اس گہرائی تک سرایت کر چکا تھا کہ اس طرح کی آوازیں پرانی تاریک خیالی قرار پا کر صدا بصحرا ثابت ہوئیں۔ اب اہل مذہب اپنی آبرو بچانے کے لیے زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے تھے کہ عقلیت پسندی کے اس نہ تھمنے والے طوفان کے مقابلہ میں معذرت خواہانہ انداز فکر اپنا لیتے۔ چنانچہ انہوں نے معذرت خواہیاں شروع کر دیں۔(۱۱)اہل مذہب کی معذرت خواہیوں نے کئی صورتیں اختیار کیں، لیکن ہر صورت میں اس بات کی رعایت رکھنا گویا ضروری ٹھہر گیا کہ معجزات کا اثبات اس انداز سے ہو کہ جدید عقلیت پسندوں کے ''قوانین فطرت'' کے نظریہ

سے متصادم نہ ہو۔ بہت سے مسیحی اہل قلم نے جدید سائنسی تصورات اور مضامین بائبل کے درمیان موافقت و ہم آہنگی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے نظریہ قوانین فطرت کو بائبل کے عین مطابق قرار دیا۔ مثلاً جان ایچ پراٹ کی کتاب Scripture and Science not at Varience کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ وہ صحائف کو جدید سائنسی تصورات کے مطابق ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ کوئی نئی ایجاد خواہ کتنی ہی حیرت انگیز کیوں نہ ہو ہماری مقدس کتابوں کے کل مضامین کے الہامی ہونے کے عقیدے میں مطلق خلل انداز نہیں ہوتی اور نہ سائنس کی جستجو کے ولولہ ہی کو کم کرتی ہے۔(۱۲) اس کے نزدیک صحف کے الفاظ کے مفہوم میں خلطِ مبحث انسانی لاعلمی اور ناقص تصورات کے سبب پھیلا۔ لہٰذا تعقل اور مشاہدہ کا صحائف سے اختلاف دراصل صحائف سے نہیں بلکہ صحائف کی غلط تعبیروں سے اختلاف ہے۔(۱۳) Rudolf Bultman نے عیسائیت کو نئے زمانے میں قابل اعتبار بنانے کے لیے معجزات وخوارق کی جدید تعبیر کے حوالے سے لکھا ہے:

> "... miracles must be demythologized if Christianity, with its biblical accounts of miracles, is to remain credible in a modern age."(۱۴)

> ''اگر مسیحیت کو عہدِ نو میں معجزات کے اناجیلی بیان کے ساتھ قابل اعتبار رہنا ہے تو معجزات کو افسانوں سے پاک کرنا لازم ہے۔''

مذکورہ مصنف حیاتِ مسیح سے متعلق معجزات کی نئی توجیہ کے ضمن میں رقمطراز ہے:

> "...the miracles of Jesus' resurrection was to be understood not as an actual physical resurrection from the dead, but as the human Jesus having died in the expected manner as a result of crucifixion, but the divine Jesus having 'risen again' in the preaching (Kerugma) and faith of the community, so that he can be said to live on."(۱۵)

> ''احیائے مسیح کے معجزات کو یوں سمجھا جانا چاہیے کہ احیائے مسیح مرنے کے بعد جسمانی احیا نہ تھا بلکہ ہوا یوں تھا کہ انسانی مسیح تو صلیب کے نتیجے میں امکانی طور پر فوت ہو گیا تھا، البتہ خدائی مسیح قوم کے عقیدے اور تبلیغ میں دوبارہ زندہ ہو گیا تھا۔ یوں آپ کو ہمیشہ کی زندگی کا حامل کہا جا سکتا ہے۔''

معذرت خواہوں کی معذرت خواہیاں اور جدید توجیہات جدید سائنسی وعقلی علم کے طوفان بلاخیز کے مقابلہ میں لوگوں کے ہاں کچھ زیادہ بار نہ پا سکیں۔ موحدوں اور بائبل کے بیانات پر ایمان رکھنے والوں کے ہاں زیادہ سے زیادہ یہ تصور رواج پا سکا کہ قوانین فطرت خدا کی مرضی کے مطابق ہیں، لیکن اس کے نہاں خانے میں بھی یہ خطرہ موجود تھا کہ معجزات قوانین فطرت کے خلاف ہونے کی بنا پر خدا کی مرضی کے خلاف ٹھہرتے تھے۔ چنانچہ اہل مذہب کے ہاں بھی یہی تصور رائج کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی کہ معجزات صرف سائنسی نقطہ نظر سے ہی نہیں، عیسائیت کے نقطہ نظر سے بھی ناممکن ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا

امریکانا کے مقالہ نگار کے مطابق:

"As monotheists and believers in the biblical account of the Creation, they attributed the natural order to the will of its creator, God, but this view threatened to lead to the conclusion that miracle, being contrary to the natural order, would also be contrary to the will of God and therefore impossible by Christian as well as scientific theory."(۱۶)

''توحید پرست اور اناجیلی نظریۂ تخلیق پر ایمان رکھنے والے قوانین فطرت کو منشائے خدا کی طرف منسوب کرتے تھے، لیکن معجزات قوانینِ فطرت کے خلاف ہونے کی حیثیت سے منشائے خداوندی کے مخالف قرار پاتے تھے۔ یوں معجزات کا تصور مسیحیوں اور سائنسی نظریہ، دونوں ہی کے خلاف ٹھہرتا تھا۔''

جس فضا میں ایک مذہبی آدمی قوانین فطرت کا جدید عقلی و سائنسی نظریہ قبول کرنے پر مجبور ہوا جا رہا ہو، وہاں مذہب سے اعراض کرنے والوں کا ذکر ہی کیا۔

القصہ مغرب میں کیا مذہبی اور کیا غیر مذہبی سب لوگوں میں بالعموم مادہ پرست فلسفیوں اور اہلِ سائنس کا عطا کردہ اٹل قوانینِ فطرت اور معجزات کے امکان و وقوع سے قطعاً انکار کا تصور فروغ پا گیا۔ انکارِ معجزات کے حوالے سے یورپ کا سب سے نمایاں نام ڈیوڈ ہیوم (1711-1776) ہے۔ اگرچہ ہیوم سے پہلے لاک بھی ہر معاملے میں عقل کی بالادستی پر زور دے چکا تھا۔ تاہم ہیوم اٹھارویں صدی کے تین بڑے (دوسرے دو کانٹ اور برکلے ہیں) فلسفیوں میں سے ایک ہے جنہوں نے عوام میں مشہور اور صحف میں مذکور معجزات کو توہم پرستی قرار دے کر انکارِ معجزات کے سلسلہ میں اہم ترین کردار ادا کیا۔(۱۷) وہ معجزات کو خلاف قانون فطرت قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:

"A miracle is a violation of the laws of nature and as a firm and unalterable experience has established these laws, the proof against a miracles from the very nature of the fact, is as entire as any argument from experience can possibly be imagined."(۱۸)

''معجزہ قوانین فطرت سے انحراف کا نام ہے۔ اور یہ قوانین چونکہ مستحکم اور اٹل تجربہ سے ثابت ہیں۔ اس لیے معجزہ خود اپنے خلاف اتنا زبردست ثبوت ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی تجربی ثبوت قابل تصور نہیں۔''

ہیوم نے معجزات کے خلاف دلائل دیتے ہوئے مزید لکھا ہے کہ ہم قطعی یقین رکھتے ہیں کہ تمام انسان فانی ہیں۔ سیب خود بخود ہوا میں معلق نہیں رہ سکتا۔ آگ لکڑی کو جلاتی اور پانی سے بجھ جاتی ہے۔ یہ یقین اس لیے پیدا ہوا ہے کہ یہ امور قوانین فطرت کے مطابق ثابت ہو چکے ہیں اور اب ان کا توڑنا معجزہ یا قوانین فطرت کو توڑے بغیر ممکن نہیں۔ جو چیز عام قانون

فطرت کے اندر واقع ہوتی ہے وہ معجزہ کہی ہی نہیں جا سکتی۔ مثلاً یہ کوئی معجزہ نہ ہوگا کہ ایک آدمی جو دیکھنے میں تندرست و توانا ہے اچانک مر جائے، کیونکہ اس قسم کی موت کا وقوع گو نسبتاً کم ہے لیکن بار ہا مشاہدہ میں آ چکا ہے، البتہ یہ معجزہ ہوگا کہ کوئی مردہ زندہ ہو جائے، کیونکہ ایسا کبھی کسی ملک میں نہیں دیکھا گیا۔ لہذا جس واقعہ کو معجزہ کہا جاتا ہے، اس کے خلاف تجربہ کا مستمر و متواتر ہو جانا ضروری ہے، ورنہ یہ معجزہ کے نام سے موسوم نہ ہوگا۔ اب متواتر و مستمر تجربہ چونکہ خود ایک قطعی ثبوت ہے تو گویا معجزہ کی نفس حقیقت و ماہیت ہی میں اس کے وجود کے خلاف ایک قطعی و براہ راست ثبوت موجود ہے، ایسا ثبوت جو اس وقت تک معجزہ کو ثابت ہونے دے سکتا ہے اور نہ خود باطل قرار پا سکتا ہے، جب تک کہ اس کے خلاف اس سے بڑھ کر ثبوت نہ پیش کر دیا جائے۔ اس حقیقت سے ایک صریح نتیجہ برآمد ہوتا ہے جو ایک کلی اصول کی حیثیت رکھتا ہے، اور وہ یہ کہ کوئی تصدیق یا شہادت معجزے کے ثبوت کے لیے کافی نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ یہ ایسی نہ ہو جس کی تکذیب خود اس معجزے سے بڑھ کر معجزہ ہو، جس کو یہ ثابت کرنا چاہتی ہے اور اس صورت میں بھی دلائل میں باہم تصادم ہوگا اور جو دلیل جتنی زیادہ قوی ہوگی اپنی زائد قوت کے متناسب یقین پیدا کرے گی۔ فرض کرو ایک شخص آ کر مجھ سے کہتا ہے کہ اس نے ایک مردہ کو دیکھا کہ زندہ ہو گیا، تو میں سوچنے لگتا ہوں کہ آیا یہ زیادہ ممکن ہے کہ یہ شخص دھوکہ دینا چاہتا ہو یا خود دھوکا کھا گیا ہو یا یہ اغلب ہے کہ جو کچھ وہ بیان کر رہا ہے وہ صحیح ہو۔ میں ان دونوں معجزوں میں موازنہ کرتا ہوں اور جدھر کا پلڑا زیادہ جھکتا نظر آتا ہے اس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں اور ہمیشہ اسی احتمال کو رد کرنا پڑتا ہے جس میں معجزہ پن زیادہ ہو۔ (۱۹)

ہیوم کے مذکورہ استدلال کے مطابق اگر ہم ایک طرف اپنی میزان عقل میں کسی خارق عادت واقعہ کی شہادت اور روایت کو رکھیں اور دوسری طرف اس کے خلاف دنیا کے ہزارہا سال کے متواتر و مستمر تجربے کو تو ظاہر ہے کہ شہادت خواہ کتنی ہی معتبر اور وقیع کیوں نہ ہو اس متواتر تجربہ کے ہم وزن قرار نہیں پا سکتی، لہذا انسانی شہادت کی کوئی کمیت و کیفیت بھی معجزہ کے یقین و اثبات کے لیے کافی نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہیوم معجزہ کے یقین و اثبات کو نری وہم پرستی و لاعلمی اور قدیم غیر متمدن قوموں کی جہالت سے تعبیر کرتا ہے:

> "It forms a strong presumption against all supernatural and miraculous relations, that they observed chiefly to abound among ignorant and barbarous nations; or if a civilized people has ever given admission to any of them, that people will be found to have received them from ignorant and barbarous ancestors (۲۰)

"یہ چیز معجزاتی اور مابعد الطبیعاتی تصورات کے خلاف ایک قوی نظریہ کو جنم دیتی ہے کہ ان کی فراوانی بالعموم جاہل اور غیر متمدن اقوام میں رہی ہے۔ اور اگر ایسا کوئی تصور کسی متمدن قوم کے ہاں در آیا بھی تو تحقیق سے یہی معلوم ہوا کہ انہوں نے اسے اپنے جاہل اور غیر متمدن اسلاف سے اخذ کیا تھا۔"

منکرین معجزات میں سے ایک اور اہم مفکر کانٹ ہے۔ وہ معجزات کی مختلف قسموں مثلاً Devilish, Angelic, Theistic وغیرہ کا ذکر کرتا ہے اور ہر قسم کے معجزات کو قانون فطرت سے انحراف قرار دیتا ہے۔(۲۱) کانٹ کا خیال تھا کہ عقل کو اس سے بحث سے نہیں کہ معجزات لازماً ناممکن الوقوع ہیں، تاہم عقل انہیں کسی طور قابل اعتبار قرار نہیں دے سکتی۔(۲۲) ہیوم اور کانٹ کے بعد آنے والے مفکرین نے اپنے اسلاف کی اقتدا میں معجزات پر ایمان کو ختم کرنے کو ایک اصولی معاملہ قرار دے کر انکار معجزات کو منزل مقصود بنالیا۔ کارلائل کا کہنا تھا کہ ہمیں اس حقیقت کو دو اور دو چار کی طرح تسلیم کر لینا چاہیے کہ معجزہ کبھی واقع نہیں ہوسکتا۔(۲۳) بلسلے معجزات کو سائنسی نقطہ نظر سے اس درجہ غلط سمجھتا تھا کہ اس کے نزدیک ایک عام آدمی کو بھی ذرا سے غور سے انہیں رد کرنے میں کچھ دشواری پیش نہیں آسکتی۔(۲۴) سائیکالوجی اور انتھراپالوجی کے جدید علوم نے بھی انکار معجزات میں اہم کردار ادا کیا۔(۲۵) نیچریت کے غلبے نے معجزات کے حوالے سے ہر طرح کی فکری آزادی کا ماحول پیدا کر دیا۔ یہاں تک کہ لوگوں کو انبیا کو جادوگر اور ان کے معجزات کو جادو کے کرشموں سے تعبیر کرنے میں بھی کچھ باک نہ رہا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام(۲۶) حتی کہ حضرت مسیح علیہ السلام(۲۷) کے معجزات کو بھی جادو کا نتیجہ قرار دے دیا گیا۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ معجزات عیسائیت کا جزو لاینفک ہیں اور عیسائیت کو ماننے والے کسی طور بھی معجزات کے تصور سے بچ نہیں سکتے تھے۔ لیکن اب مصیبت یہ آن پڑی تھی کہ علمیت و دانشمندی کی نشانی ہی معجزات سے جان چھڑانا ٹھہر گئی تھی۔ سو مذہب اور اپنی مذہب پسندی کی لاج رکھنے کے لیے کہا جانے لگا کہ معجزاتی عناصر اناجیل میں فی الحقیقت مذکور نہیں تھے بلکہ بعد کے زمانے میں درآئے۔ مسیح کی اصل تعلیم تو اخلاقیات سے متعلق تھی، جہاں معجزات کو کچھ دخل ہی نہ تھا۔(۲۸) حضرت مسیح علیہ السلام سے متعلق اختیار کردہ یہ تصور، مستشرقین نے اسلام کے متعلق بھی پیش کر دیا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ قرآن میں معجزہ کا کہیں ذکر نہیں۔ حضورؐ نے کبھی معجزہ دکھانے کا دعویٰ ہی نہیں کیا، لہٰذا آپ کی طرف اور دیگر انبیا کی طرف منسوب معجزات، جو قرآن میں مذکور بتائے جاتے ہیں، غلط ہیں:

"It (the word mujiza) does not occur in the Koran, which denies miracles in connection with Muhammad, whereas is emphasis his "signs" 'ayat' i.e. verses of Koran even in later literature Muhammad's chief miracle is the Koran... Miracles of Apostles and prophets, esp. those of Muhammad, occur in the Sira and hadith, yet in this literature the term "mujiza" is still lacking as it is in the oldest forms of the creed. The Fiqh Akbar mentions the ayat of the prophets and the Karamat of the saints. Mujiza occurs in the catechism of the Abu Hafs Umar al-Nasafi."(۲۹)

''معجزہ کا لفظ قرآن میں کہیں مذکور نہیں، اس کے معنی یہ ہیں کہ معجزات کا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کوئی تعلق نہیں۔ زور درحقیقت ان کی نشانیوں یعنی قرآنی آیات پر دیا گیا ہے، یہاں تک کہ بعد کے لٹریچر میں بھی محمدؐ کے بڑے معجزے کے طور پر قرآن ہی کا ذکر کیا گیا ہے۔ پیغمبروں اور محمدؐ کے معجزات کا ذکر حدیث اور سیرت میں ملتا ہے، تاہم قدیم عقیدے کی حیثیت سے معجزہ کی اصطلاح یہاں بھی ناپید ہے۔ فقہ اکبر میں پیغمبروں کی آیات اور بزرگوں کی کرامت مذکور ہیں۔ معجزہ کا ذکر ابوحفص عمر النسفی کی تعلیمات میں ملتا ہے۔''

معجزات سے متعلق مغربی واستشراقی فکر کا خلاصہ:

مغرب میں علم وسائنس کی ترقی اور نیچریت کے فروغ کا ایک اہم نتیجہ معجزات کے انکار اور انہیں قدیم جہالت و توہم پرستی سے تعبیر کرنے کی شکل میں برآمد ہوا۔ لیکن معجزات چونکہ مذہب کا لازمی جزو تھے اس لیے اہل مذہب کی جانب سے جدید علم کے تناظر میں معجزات کی معذرت خواہانہ عقلی تعبیرات کی کوشش کی گئی، تاہم نیچریت کو غلبہ حاصل رہا اور یہ تصور بالعموم راسخ ہو گیا کہ مذاہب سے متعلق معجزات غلط، خلاف قانون فطرت، ناممکن الوقوع اور قدیم غیر متمدن قوموں کی توہم پرستی اور عہدِ جہالت کی یادگار ہیں۔ مغرب کے مذہبی اور غیر مذہبی اہل علم عام طور پر اسی تصور کے اسیر ہو گئے۔ مذہبی لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ مذہب میں تو جگہ جگہ معجزات سے واسطہ پڑتا ہے، تو اس بات کی رعایت رکھتے ہوئے کہ دہریہ بھی نہیں بننا اور جدید دور میں توہم پرستی کے الزام سے بھی بچنا ہے، انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ معجزات و عجزات تو بس اگلے مذہبی لوگوں کی کہانیاں اور خوش عقیدگی کی داستانیں ہیں، مذاہب کا اصلی عنصر تو اخلاقی تعلیم ہے۔ یوں مذہب پسند مستشرقین بھی دہریہ مستشرقین کے ہم نوابن کر اسی حقیقت پر زور دینے لگے کہ معجزہ کا تصور مذاہب میں بعد میں داخل ہوا۔ بانیانِ مذاہب تو محض اخلاقیات کی تعلیم دیتے تھے۔ حضرت مسیح نے معجزات دکھائے اور نہ ہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے معجزات دکھانے کا دعویٰ کیا۔ لوگوں نے غلط طور پر یونہی خوش عقیدگی میں ان کی جانب معجزات منسوب کر دیے۔

معجزات سے متعلق مغربی واستشراقی فکر کا مختصر جائزہ:

اوپر معجزات کے حوالے سے مستشرقین اور مغربی اہل قلم کے خیالات پیش کیے گئے۔ ذیل کی سطور میں ان خیالات کا مستشرقین کے افکار کے اہم نکات کے تناظر میں، مختلف عنوانات کے تحت مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

معجزہ کی حیثیت اور غرض وغایت:

محققین کے نزدیک نبوت معجزہ پر موقوف نہیں بلکہ نبی کے منجانب اللہ ہونے کی کھلی نشانی خود نبی کا سراپا وجود ہوتا ہے۔ دیکھنے والوں کے لیے اس کی چشم وابرو میں، سننے والوں کے لیے اس کے لب ولہجہ میں اور سمجھنے والوں کے لیے اس کے پیغام ودعوت میں اعجاز ہوتا ہے۔ تاہم جو لوگ احساسِ حقیقت میں فروتر ہوتے ہیں، وہ مادی نشانات کے طلبگار ہوتے

ہیں۔ایسے لوگوں کی تسلی وتشفی کے لیے معجزات یا خارق عادت امور ظاہر کیے جاتے ہیں۔علاوہ ازیں معجزات وخوارق کی غایت خود نبی کو قلبی اطمینان پہنچانا، نبی کے مخالفوں پر یہ واضح کرنا کہ یہ بندۂ خدا، اخدا کا فرستادہ ہے، اور ایمان والوں کے ایمان کو مضبوط اور مستحکم کرنا بھی ہے۔(۳۰) اس کے ذریعے منکرین کو نبی کی تصدیق نصیب ہونے کے امکانات زیادہ ہو جاتے ہیں۔اس میں عام فائدہ اور خیر پنہاں ہوتی ہے، مثلاً حضورؐ کی انگلیوں سے پانی جاری ہونے سے ایک جم غفیر سیراب ہوا اور لوگوں کے دل مستنیر ہوئے۔حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو دریا پار کرا کر فرعون سے نجات دلائی۔حضرت عیسیٰ کا مائدہ لوگوں کے لیے باعث تقویت بنا۔مزید برآں اس کا ظہور منکرین ومخالفین کی تعذیب کے لیے بھی ہوتا ہے، جو اگر چہ ان کے لیے تو قہر الٰہی ہوتا ہے، مگر دوسرے اس سے عبرت پکڑتے ہیں اور مومنوں کا یقین اور پختہ ہو جاتا ہے۔(۳۱)

جس طرح زمین، آسمان، سورج، چاند اور پھل پھول وغیرہ کے خاص خاص قوانین فطرت ہیں جن میں عموماً تغیر نہیں ہوتا، اسی طرح دنیا کی رشد وہدایت، عذاب ورحمت اور نبوت و رسالت کے خاص خاص اصول وقواعد ہیں، جو نا قابل تغیر ہیں۔انبیا ورسل اپنے اپنے وقت پر مبعوث ہو کر قوموں کو دعوت دیتے ہیں۔قومیں ان کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہیں۔منکرین ہلاک اور مومنین کامیاب ہوتے ہیں۔اس روحانی جہاد میں انبیا ورسل سے ہمارے علم ودانش سے بالاتر اعمال صادر اور عجیب عجیب خوارق ظہور پذیر ہوتے ہیں۔جس طرح ہمارا نفس اور ہماری روح یا ہمارے جسم کی پر اسرار مخفی قوت ہمارے جسدِ خاکی پر حکمران ہے اور ہمارے تمام اعضا وجوارح اس کے ایک ایک اشارہ پر حرکت کرتے ہیں، اسی طرح نبوت کی روح اعظم اذن الٰہی سے سارے عالم جسمانی پر حکمران ہو جاتی ہے اور روحانی دنیا کے سنن واصول عالم جسمانی پر غالب آ جاتے ہیں، اس لیے وہ چشم زدن میں فرش زمین سے عرش بریں تک عروج کر جاتی ہے۔سمندر اس کی ضرب سے تھم جاتا ہے۔چاند اس کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔اس کے ہاتھوں کی دی ہوئی چند خشک روٹیاں ایک عالم کو سیر کر دیتی ہیں۔اس کی انگلیوں سے پانی کی نہریں بہتی ہیں۔اس کے نقش پاک سے بیمار تندرست ہو جاتے ہیں اور مردے جی اٹھتے ہیں۔وہ تنہا مٹھی بھر خاک سے پوری فوج کو تہ وبالا کر دیتا ہے۔کوہ وصحرا، بحر وبر اور جاندار و بے جان علم الٰہی سے اس کے آگے سرنگوں ہو جاتے ہیں۔لیکن جس طرح ہم کبھی یہ نہیں بتا سکتے کہ خاص خاص پھول خاص خاص درخت، خاص خاص ستارے، فلاں فلاں اوقات ہی میں کیوں جلوہ نما ہوتے ہیں؟ پھول سرخ کیوں ہوتے ہیں؟ ستارے چمکتے کیوں ہیں؟ شہد میٹھا کیوں ہوتا ہے؟ چاند اور سورج چلتے کیوں ہیں؟ تخم درخت کیوں بن جاتا اور غذا خون اور گوشت میں کیوں بدل جاتی ہے؟ اسی طرح اس بات کا جواب بھی ہمارے پاس نہیں کہ پیغمبروں کا ظہور اپنے اپنے وقت پر کیوں ہوتا ہے؟ اور ان سے یہ مافوق العادت افعال و اعمال بحکم الٰہی کیونکر صادر ہوتے ہیں؟ ہم صرف یہ جانتے ہیں کہ وہ ہوتے ہیں۔چنانچہ دنیا کا ہر پیغمبر بلکہ ہر روحانی شخص اپنی پر اسرار زندگی کے اندر اس قسم کے حالات وکیفیات کی ایک دنیا رکھتا ہے۔تاریخ عالم ہمارے سامنے ہے، جس میں اگر قوموں

کے روحانی معلموں کے حالات وسوانح غور سے پڑھیں تو ہر جگہ نظر آتا ہے کہ وہ، وہ کچھ دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھتے، وہ کچھ سنتے ہیں جو ہم نہیں سنتے، وہ کچھ جانتے ہیں جو ہم نہیں جانتے اور ان سے وہ اعمال بھی صادر ہوتے ہیں جو ہم سے نہیں ہوتے یا نہیں ہو سکتے۔ یہ تاریخی واقعات ہیں جن سے انکار کرنا اسی طرح ناممکن ہے، جس طرح سکندر اور نپولین کی فتوحات اور بدھ اور موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کے وجود سے۔ ہندوستان کی روحانی داستان کا ایک ایک حرف، اسرائیلی نبیوں کے صحیفوں کا ایک ایک باب اور عیسائیوں کی انجیل کا ایک ایک صفحہ اس تاریخ کی مثالیں اور نظیریں ہیں۔ (۳۲)

معجزات اور انبیا سے ان کا تعلق:

مستشرقین کا یہ خیال کہ معجزات کا انبیا سے کچھ تعلق نہیں۔ انبیا کی تعلیم محض اخلاقی تھی اور لوگوں نے خواہ مخواہ ان کی طرف معجزات کا انتساب کر دیا، سراسر لغو اور خلافِ واقعہ ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حاملِ رسالت اپنے ابنائے جنس کو جو دعوت دیتا اور دنیا کو جو پیغام پہنچاتا ہے، اس کی سچائی کی واضح ترین دلیل یا آیت خود پیغمبر کا مجسم وجود ہوتا ہے اور مخلص متلاشیانِ حق اس کی شخصیت اور پیغام و دعوت کی عظمت سے متاثر ہو کر اس کے حلقہ بگوش ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ انبیا کے متبعین میں سے سابقین اولین اور صدیقین و صالحین نے اپنے پیغمبروں سے معجزہ طلب نہیں کیا۔ ایسے لوگوں کے لیے پیغمبر کی صداقت کی دلیل خود اس کے پیغام و اخلاص میں پنہاں تھی۔ دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انبیا کے ہٹ دھرم معاندین معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے۔ ایک طرف ہارون و یوشع، حواریانِ مسیح اور حضرت خدیجہ وابوبکر و عمر وعثمان وعلی ہیں، جو انبیا کی صداقت پر ظاہری آیاتِ معجزات کی بجائے باطنی نشانیوں کے ذریعہ ایمان لائے اور دوسری طرف نمرود وفرعون اور ابوجہل وابولہب ہیں، جو آتشِ خلیل، طوفانِ نیل، قحطِ مکہ اور انشقاقِ قمر کے معجزوں کے باوجود ایمان نہ لائے۔ تاہم یہ بھی ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ وہ طبقۂ انسانی جس کے آئینہ بصیرت پر غفلت کے زنگ کی کچھ کچھ پرچھائیاں پڑی ہوتی ہیں، معجزات کا ظہور ان کے آئینوں پر پڑے زنگ کو اتار دیتا اور ان پر حقیقت آفتابِ عالمتاب کی مانند روشن ہو جاتی ہے۔ فرعون کے ساحروں نے حضرت موسیٰ کے معجزہ کو دیکھا تو موسیٰ و ہارونؑ کے خدا کے آگے سربسجود ہو گئے۔ آنحضرتؐ کی فتح روم کی پیشگوئی پوری ہوئی تو قریش کے نیک طبع لوگوں کی چشمِ باطن کھل گئی اور پیکرِ حقیقت ان کے سامنے جلوہ نما ہو گیا۔ علاوہ بریں معجزات کا بڑا حصہ مویدات، یعنی تائیدِ حق کے لیے غیر منتظم اور غیر متوقع حالات کا رونما ہونا، ہے۔ مومنین صادقین ومشکلات کے عالم اور اضطراب کی گھڑیوں میں ان کے ذریعہ تسکین دی جاتی ہے، اور رسوخِ ایمان اور ثباتِ قدم مرحمت ہوتا ہے اور ان کی دولتِ ایمانی کا سرمایہ ترقی کرتا ہے۔ نیز اطمینانِ قلب، اتمامِ حجت اور خدا کی قدرتِ کاملہ کے اظہار کے مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ اس بنا پر انبیا کے ساتھ معجزات کا ایک خاص تعلق قرار پاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید اور دیگر صحف آسمانی میں انبیاءِ سابقین علیہم السلام کے جو قصص و واقعات مذکور ہیں، ان میں ان کے روحانی حالات و کیفیات یعنی

دلائل و براہین اور آیات و معجزات کا ذکر نہایت موثر اور عبرت انگیز طریقہ سے کیا گیا ہے۔ سیر ملکوت، مکالمہ الٰہی، رویت ملائکہ، رویائے صادقہ، آتش خلیل کا سرد ہونا، سمندر کا پھٹ کر راستہ دینا۔ نفش عیسیٰ سے بیماروں کا تندرست ہونا، وغیرہ معجزات کا ذکر قرآن میں جگہ جگہ آیا ہے، جس سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ انبیا کی سیرت سے معجزات و خوارق کو ایک خاص تعلق رہا ہے اور اسی بنا پر یہ واقعات ان کے واقعاتِ زندگی کا جزو لاینفک بن گئے ہیں۔ لہذا یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ انبیائی تعلیم صرف اخلاقیات سے متعلق ہے اور معجزات و خوارق کو محض خوش عقیدگی کی بنا پر ان سے منسوب کر دیا گیا، صحف سماوی کو جھٹلانے کے سوا کچھ نہیں۔

جہاں تک اس بحث کا تعلق ہے کہ معجزہ نبوت کا لازمہ یا دلیل نبوت ہے یا نہیں، تو اس ضمن میں متکلمین اسلام کے ہاں طویل طویل بحثیں ملتی ہیں۔ محقق علما کا مذہب یہ ہے کہ نبوت معجزہ پر موقوت نہیں۔ مثلاً امام رازی کا کہنا ہے:

"ولیس من شرط الرسالة الآیة المعجزہ"(۳۳)

امام غزالی المنقذ من الضلال میں نبوت کی حقیقت لکھ کر اور یہ بتا کر کہ نبوت کا یقین آنحضور کی ہدایات و ارشادات سے ہوتا ہے، لکھتے ہیں:

"فمن ذلک الطریق الیقین بالنبوة لا من قلب العصا ثعباناً وشق القمر"(۳۴)

لیکن یہ حقیقت واضح رہے کہ علما کے نزدیک معجزات گو اصل نبوت سے خارج ہیں تاہم اکثر حالات میں نبوت کے ساتھ لازم اور غیر منفک ہیں۔(۳۵) اور یوں اس قدیم عقیدہ کے تحت کہ انبیا کے ساتھ کوئی مافوق الفطرت قوت ضرور ہوتی ہے، معجزات نبوت کی منطقی دلیل نہ سہی نفسیاتی دلیل ضرور ہو جاتے ہیں۔(۳۶) شرح مواقف کے مطابق معجزات کی نبوت پر دلالت محض عقلی نہیں بلکہ دلالت عادیہ ہے۔ یعنی جب معجزہ صادر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں صاحب معجزہ کی سچائی کا علم پیدا کر دیتا ہے۔(۳۷) علامہ سید سلیمان ندوی سیرت النبی جلد سوم میں اس بحث کو سمیٹتے ہوئے، کہ اشاعرہ معجزہ کو دلیل نبوت سمجھتے ہیں اور معتزلہ اس کے مخالف ہیں، لکھتے ہیں کہ اشاعرہ کا یہ کہنا کہ معجزہ دلیل نبوت ہے، یہ معنی نہیں رکھتا کہ وہ منطقی دلیل ہے اور معتزلہ کا اعتراض اس وقت درست ہو سکتا ہے جب اشاعرہ اس کو منطقی دلیل کہیں۔ دلیل کا لفظ یہاں منطقی محاورہ میں نہیں بلکہ عام اور لفظی معنی (نشان) میں استعمال ہوا ہے، اور اشاعرہ خود کہتے ہیں کہ معجزہ کی نبوت پر دلالت عقلی نہیں بلکہ عادی ہے۔ آج کل کے محاورہ میں یوں کہہ لیجئے کہ معجزہ منطقی نہیں بلکہ نفسیاتی (سائیکالوجیکل) دلیل ہے۔ عادتِ انسانی یہ ہے کہ جب کسی شخص سے کوئی غیر معمولی کارنامہ ظہور پذیر ہوتا ہے تو نفوس اس کی عظمت و کبریائی کے سامنے سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ جب ایک شخص عام انسانی حالت سے بلند تر سطح پر آ کر منجانب اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس سے خوارق عادت ظاہر ہوتے ہیں تو عام متاثر طبع فوراً اس کے دعویٰ کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ آج اگرچہ نبوت نہیں مگر ولایت ہے۔ آج

بھی جس شخص کی بدولت لوگوں کے دلوں میں باخدا یا ولی ہونے کا خیال ہوتا ہے، فوراً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان سے کچھ کرامات بھی صادر ہوتی ہیں یا نہیں۔ اگر جواب اثبات میں ملا اور ذاتی مشاہدہ بھی ہوا تو اس شخص کی نسبت حسن اعتقاد بڑھ جاتا ہے۔ یہ عام تقاضائے انسانی ہے۔ اس میں مومن و کافر، عقلمند و بیوقوف اور زنگی و فرنگی کی کوئی تخصیص نہیں۔ لیکن جو طبیعتیں فطرتاً اثر پذیر نہیں بلکہ معاند، متعصب اور کور باطن ہیں، ان کے لیے یہ خوارق و معجزات قطعاً بے سود ہوتے ہیں، کیوں کہ ان کا عناد، تعصب اور کور باطنی حسن ظن کے بجائے ہمیشہ سوءِ ظن ہی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور بڑے سے بڑے معجزہ کو دیکھ کر بھی یہی کہہ دیتے ہیں کہ یہ سحر و جادو اور طلسم و نیرنگ ہے۔ (۳۸) بوعلی سینا نے الاشارات میں لکھا ہے کہ نبی تمام عالم میں مستحق اطاعت ہونے کے لحاظ سے اس لیے ممتاز ہوتا ہے کہ اس کو جو نشانات اور معجزات دیے جاتے ہیں، وہ بالبداہت اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں۔ (۳۹) یوں معجزہ حق تعالیٰ کی طرف سے نبوت کی عملی تصدیق اور واضح اور روشن علامت ٹھہرتا ہے، جس کا انبیا و رسل کی سیرتوں کے ساتھ ایک غیر منفک تعلق قرار پاتا ہے۔ بنا بریں جو لوگ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ انبیا کو معجزات سے کچھ واسطہ نہیں، وہ دراصل انبیا کی سیرتوں کے ایک نہایت اہم حصے کو چھپانے اور ان کی عظمت کو گھٹانے کی کوشش نامسعود کے مرتکب ہونے کے ساتھ ساتھ ان صحف سماوی کی تکذیب کے بھی مجرم ہیں جو واضح اور بدیہی لفظوں میں معجزاتِ انبیا کا ذکر کرتے ہیں۔

معجزہ اور آیۃ:

مستشرقین کا یہ دعوی کہ قرآن میں معجزہ کا کہیں ذکر نہیں اور آیت یا آیات سے جہاں معجزات مراد لیے جاتے ہیں وہاں احکام یا آیات قرآنی مراد ہوتی ہیں، سراسر باطل ہے۔ اس سلسلہ میں حقیقت واقعہ تک رسائی کے لیے لفظ معجزہ کے لغوی واصطلاحی معنی اور قرآنی لفظ آیت سے لفظ معجزہ کا ترادف جاننا ازبس ضروری ہے۔

لفظ ''معجزہ'' عجز سے ہے جس کے معنی قاصر رہنا، عاجز آجانا، ضعف و کمزوری اور طاقت نہ رکھنا ہیں۔ اس مادے سے باب افعال اَعْجَزَ، یعجز، اعجازاً، بھی کسی کو عاجز کر دینا، کام کرانے کی قدرت سلب کر لینا ہے۔ لفظ عجز کی ضد لفظ قدرت ہے۔ امام راغب اصفہانی عجز کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''والعَجزُ أصلُهُ التاخُرُ عنِ الشيءِ و حصُولُهُ عند عُجزِ الأمرأی موخَرِهِ ... وصار في التَعارُفِ اسماً للقُصُور عَنْ فِعْلِ الشيءِ وهو ضِدُ القدرةِ'' (۴۰).

صاحب لسان العرب کے مطابق:

''العَجزُ! نقيض الحَزم، ...ويقال أعجَزتُ فلاناً إذا ألفيته عاجزا!، ...والعَجز: الضعف، تقول: عَجَزتُ عن كذأ أَعجز. والمَعجزَة، بفتح الجيم و كسرها، مفعلة من

العَجز: عدم القدرة... عَجَزَ يعْجِزُ عن الا مَر ءا ذا قصرعنه وعاجَزَ ءالی ثِقَةٍ "(۴۱)

المورد الوسیط میں عجز عن کے معنی لکھے ہیں:

"to fail to, fall short of, be unable to do or become, be incapable of, lack strength for, be too weak to"(۴۲)

اردو لغات میں معجزہ کے معنی فوق العادت، طاقت بشری سے باہر اور عاجز کر دینے والی چیز کے کیے گئے ہیں۔(۴۳) قرآن حکیم میں عجز کا لفظ اپنے ان لغوی معنوں میں متعدد جگہ استعمال ہوا ہے مثلاً:

﴿ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ(۴۴) فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ اعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ (۴۵) وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ﴾(۴۶)

اصطلاحی معنوں میں معجزے سے مراد خارق عادت شے ہے، یعنی کسی رسول یا نبی کا وہ کام یا فعل جو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت و طاقت سے اپنے رسول کی نصرت و تائید کے لیے ظاہر کرتا ہے اور اس وقت اس جیسا کام کرنے سے دوسرے لوگ قاصر و عاجز رہ جاتے ہیں۔(۴۷) گویا معجزہ وہ خارق عادت امر ہے جو خدا کی طرف سے کسی پیغمبر کی تصدیق اور اس کے دعویٰ کی صداقت کے لیے پیغمبر کے ذریعہ صادر ہو اور دوسرے لوگ اس کی مثل نہ لا سکیں۔ صاحب مجمع البیان کے مطابق معجزہ سے مراد مدعی نبوت کے ہاتھوں ایسے خارق عادت فعل کا وقوع ہے، جس سے دوسرے لوگ عاجز ہوں اور وہ اس کے دعویٰ نبوت کی صداقت پر شاہد ہو۔(۴۸) ابن عربی کے مطابق "المعجزہ: مایعجز الخلق عن الا تیان بمثلها"(۴۹) اور علامہ جلال الدین سیوطی کے مطابق معجزہ ایسے خارق العادت امر کو کہتے ہیں جس کے ساتھ دعوت مقابلہ بھی ہو لیکن وہ معارضہ سے سالم رہے۔(۵۰) علامہ تفتازانی کی کے مطابق:

"A thing deviating from the usual course of things, as a challenge to those who deny this, of such a nature that it makes it impossible for them to produce the like of it. It is Allah's testimony to the sincerity of his prophets"(۵۱)

"معجزہ ایک ایسی چیز ہے جو چیزوں کے معمولاً وقوع سے ہٹ کر واقع ہوتی ہے۔ یہ اپنا انکار کرنے والوں کے لیے تحدی اور ایسی نوعیت کا حامل ہوتا ہے کہ وہ اس کی مثل پیش کرنے سے عاجز رہتے ہیں۔ یہ پیغمبر کی حقانیت پر الوہی شہادت ہوتا ہے۔"

انگریزی میں معجزہ کے لیے Miracle کا لفظ مستعمل ہے۔ آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں Miracle کا مفہوم یوں بیان کیا گیا ہے:

"A Marvelous event occurring within human experience, which

cannot have been brought about by human powerserving as evidence that the agent is either divine or is specially favored by God."(۵۲)

''معجزے انسانی مشاہدے میں آنے والا ایک ایسا حیرت انگیز واقعہ ہے جو انسانی بساط سے باہر......اور اس بات کی شہادت ہوتا ہے کہ عامل یا تو خدا کی طرف سے ہے یا اسے اس کی خصوصی تائید حاصل ہے۔''

معجزہ کے مذکورہ مفہوم کو سامنے رکھ کر قرآن کا مطالعہ کریں تو اس بات میں ذرا سا ابہام بھی نہیں رہتا کہ قرآن نے متعدد مقامات پر آیت کا لفظ معجزہ کے مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں: سورہ الاعراف میں ارشاد ہے:

﴿قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَأْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ. فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ. وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ﴾ (۵۳)

ظاہر ہے کہ یہاں فرعون کے حضرت موسیٰ کو یہ کہنے، کہ اگر تمہارے پاس کوئی آیت ہے تو لاؤ، یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ قرآن کی کوئی آیت یا احکام پیش کرو۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے پیغمبر ہونے کے ثبوت میں کوئی معجزہ یا نشانی پیش کرو۔ سورہ ھود میں حضرت صالح اپنی قوم سے کہتے ہیں: وَ يٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً ۔ (۵۴) ظاہر ہے کہ یہاں بھی بالبداہت آیت کا لفظ معجزہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے، کیونکہ آیت قرآنی اور حکم الٰہی یہاں مطلق مراد نہیں ہو سکتا۔ سورہ آل عمران میں حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (۵۵)

ظاہر ہے کہ یہاں بھی آیت کا لفظ ان معجزات کے لیے استعمال ہوا ہے، جس کا ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کر رہے ہیں نہ کہ قرآنی آیات واحکام کے لیے۔ اس سلسلہ میں اور بھی بکثرت آیات پیش کی جا سکتی ہیں، جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قرآن نے معجزات کے لیے بالعموم آیت یا آیات کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماءِ اسلام کے ہاں لفظ آیت یا آیات کو معجزہ کے مفہوم میں استعمال کرنے کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً امام غزالی نے احیاء العلوم میں معجزات وآیات کو مترادف کے طور پر لیتے ہوئے عنوان باندھا ہے ''بیان معجزاته و اياته الدال على صدقه''۔ (۵۶) ابو بکر الباقلانی نے لکھا ہے:

''ماظهر على يده صلى الله عليه وسلم من الا يات الباهره و المعجزات القاهره''(۵۷)

اس طرح ابن حزم نے بھی لفظ معجزہ اور آیت کو مترادف کے طور پر استعمال کیا ہے۔ (۵۸)

کیا معجزاتی عناصر بائبل اور قرآن میں اصلاً موجود نہ تھے؟

جیسا کہ معجزات اور استشراق کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے، بعض مغربی اہل فکر نے جدید تحقیقات سے جھنجھلا کر یہ دعویٰ کر دیا تھا کہ بائبل میں اصلاً معجزات کا کوئی ذکر نہیں۔ لہذا کتابِ مقدس میں معجزاتی عناصر بعد میں داخل کیے گئے۔ یہی تصور قرآن پر بھی منطبق کر کے یہ دعویٰ کر دیا گیا کہ قرآن میں بھی اصلاً معجزات کا کوئی ذکر نہیں، بعد میں سیرت و حدیث اور دیگر کتابوں سے یہ تصور قرآن یا اس کی تفسیر میں در آیا۔ لیکن یہ دعویٰ بھی بالکل لایعنی ہے۔ معجزات تمام مذہبی کتب کا ایک اہم عنصر ہیں۔ صحف آسمانی پر ہی کیا موقوف غیر آسمانی مذاہب کے پیشواؤں کے پیروکار بھی ان کے معجزات وخوارق کے قائل ہیں۔ جہاں تک بائبل کا تعلق ہے تو وہ تو معجزات کا عنصر نکال کر زندہ ہی نہیں رہ سکتی۔ خود بہت سے مغربی اہل فکر نے زور دے کر کہا ہے کہ عیسائی مذہب سے معجزات کو نکال دینا، اسے باطل قرار دے دینے کے مترادف ہے۔ مثلاً Dr Mozley نے لکھا ہے:

"Indeed not only are miracles conjoined with doctrine in Christian, but miracles are inserted in the doctrine and are parts of its contents"(۵۹)

''مسیحی عقیدے سے معجزات صرف ملے ہوئے ہی نہیں، اس میں داخل اور اس کے محتویات کا حصہ ہیں۔''

Canon Westcott کا کہنا ہے:

"It is evident that if the claim to be miraculous religion is essentially incredible, apostolic Christianity is simply false"(۶۰)

''یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ اگر دینِ معجزہ آسانا قابلِ اعتماد ہے تو مسیحیتِ رسولی سفید جھوٹ ہے۔''

اور قرآن میں معجزات کے مذکور نہ ہونے کا دعویٰ کرنا بھی انتہائی لغو ہے۔ قرآن حکیم میں نہایت واضح طور پر مختلف انبیا کے معجزات کا ذکر کیا گیا ہے۔ بعض انبیا کے معجزات سے متعلق چند آیات ملاحظہ ہوں:

﴿ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ. (۶۱) فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ.(۶۲) وَ اِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا(۶۳) وَ اِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَ اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ(۶۴) فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ. وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِىَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ(۶۵) وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِى السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ﴾(۶۶)

علاوہ ازیں حضرت مسیح کی معجزانہ پیدائش،(۶۷) اور آپ کے گہوارے میں کلام(۶۸) اور حضور کی معراج(۶۹) ایسے معجزات اور آپ کے معجزہ شق القمر (۷۰) وغیرہ کا بھی قرآن میں واضح ذکر ملتا ہے۔

معجزات اور نبی آخر الزمان:

مستشرقین نے دعویٰ کیا کہ قرآن میں حضورؐ کا کوئی معجزہ مذکور نہیں اور یہ کہ آپؐ نے خود کو معجزات عطا ہونے کا انکار کیا تھا۔ اس دعویٰ کی قرآنی دلیل کے لیے ان کے پیش نگاہ وہ آیات ہیں جن میں کفار نے حضورؐ سے کوئی معجزہ دکھانے کا مطالبہ کیا تھا اور آپؐ نے ان کا یہ مطالبہ پورا نہ کیا اور کوئی معجزہ نہ دکھایا(۷۱)، لیکن یہ بھی سراسر لغو اور بے بنیاد ہے۔ ان میں سے کسی آیت میں یہ وضاحت نہیں کہ حضورؐ نے یہ فرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے معجزات عطا نہیں فرمائے، بلکہ ان آیات مبارکہ میں اس بات کا ذکر ہے کہ جب کفار حضورؐ سے معجزات دکھانے کا مطالبہ کرتے یا کہتے کہ اگر آپ خدا کے سچے پیغمبر ہیں تو ہمیں کوئی معجزہ دکھائیں تو اس کے جواب میں آپ ان سے فرماتے کہ میرا کام تمہیں عذابِ آخرت سے ڈرانا اور صراط مستقیم کی طرف تمہاری راہنمائی کرنا ہے، جو میں کر رہا ہوں۔ معجزات اور نشانیاں دکھانا اللہ کا کام ہے اور یہ اسی کی قدرت میں ہے، وہ جب چاہتا ہے کسی نبی یا رسول کے ہاتھ پر کسی معجزے کا اظہار فرما دیتا ہے۔ اور یہ حقیقت انبیا کی تاریخ وسوانح سے اظہر من الشمس ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے کو نبی یا رسول بنا کر بھیجتا ہے تو اس کی صداقت کی نشانی کے طور پر اسے معجزات عطا فرماتا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ ان لوگوں کو وہ آیات تو نظر آتی ہیں جن میں آپ یہ باور کرار ہے ہیں کہ معجزات دکھانا میرا مشغلہ نہیں، میرا فرض منصبی تو فی الواقع انسانوں کی ہدایت واصلاح ہے، لیکن وہ آیات دکھائی نہیں دیتیں، جن میں بدیہاً آپؐ کے معجزات کا ذکر ہے۔ اور ایسی آیات ایک دو نہیں بکثرت ہیں۔ البتہ قرآن کریم میں دیگر انبیا اور نبی آخر الزمانؐ کے معجزات کے تذکرے میں یہ لطیف فرق پایا جاتا ہے کہ گذشتہ انبیا علیہم السلام کو جو نشانیاں عطا ہوئی تھیں وہ محدود، گنی چنی اور متعین شکل میں تھیں۔ اس لیے قرآن کو جب بھی ان پیغمبروں کا ذکر کرنا ہوتا ہے تو انہی گنے چنے واقعات کو بار بار دہرانا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس آنحضورؐ کو جو نشانیاں عطا ہوئیں، وہ اس قدر متنوع، مختلف اور غیر محدود تھیں کہ ان کے تذکرے کے وقت ایک ہی نشانی کو بار بار پھیلانے اور دہرانے کی حاجت نہ تھی۔ چنانچہ یہ نشانیاں اور آیات قرآن مجید کے سینکڑوں صفحات کے مختلف گوشوں میں اس طرح بکھری ہوئی ہیں کہ کم سوادوں کو دوسرے انبیا کے آیات دلائل کی طرح اجاگر نظر نہیں آتیں۔ نیز اسلام کی تعلیم کے مطابق چونکہ ہر قسم کے معجزات وخوارق پیغمبر کی قوت واختیار سے نہیں بلکہ خدا کی قدرت اور اس کے ارادہ ومشیت سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ لہٰذا آنحضورؐ کے معجزات وخوارق ذات محمدی علیہ تحیۃ والثنا کی طرف منسوب ہو کر نہیں بلکہ قدرت الٰہی کی طرف منسوب ہو کر بیان ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ میں چند آیات ملاحظہ ہوں:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ . وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ .(۷۲) سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ .(۷۳) فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا

نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَ اَبْنَآءَ كُمْ وَ نِسَآءَ نَا وَ نِسَآءَ كُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ(۷۴)فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى وَ لِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ(۷۵)غُلِبَتِ الرُّوْمُ . فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ . فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ وَ يَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ(۷۶) اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ.(۷۷)وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ .(۷۸)لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ (۷۹)

وعلی ھذا القیاس اور بھی متعدد آیات میں حضورؐ کے معجزات کا ذکر ہے۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دوسرے مذاہب کے پاس ایک ہی مستند چیز یعنی ان کا صحیفہ ہے جس میں ان کے ربانی احکام، ان کے پیغمبروں کے اقوال وسوانح اور معجزات سب کچھ ملے جلے ہیں، لیکن اسلام کے پاس دو چیزیں ہیں؛ ایک صحیفہ الٰہی، جس میں صرف خدائی احکام ومطالب ہیں، دوسرے حدیث وسنت، جس میں حضورؐ کے حالات، اقوال اور معجزات وغیرہ الگ اور مستقل حیثیت سے مذکور ہیں۔اور یہ ذخیرہ حدیث وسنت استنادی اعتبار سے دوسرے مذاہب کے صحیفوں سے کہیں بلند تر ہے۔لہذا حدیث وسنت میں مذکور حضورؐ کے لاتعداد معجزات کو جھٹلانا بھی حقیقت سے آنکھیں چرانے کے مترادف ہے۔ یہی نہیں بلکہ معجزات کے حوالے سے حضورؐ کا دوسرے انبیا کے مقابلہ میں ایک بہت بڑا امتیاز آپ کا ہمیشہ زندہ رہنے والا معنوی معجزہ قرآن حکیم ہے۔ معجزاتِ کلیم ومسیح کا تو اب صرف ذکر ہی باقی رہ گیا ہے اور ان کے جلوؤں کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا اب کسی کے لیے ممکن نہیں، مگر قرآن کی شکل میں حضورؐ کا زندہ وجاوید معجزہ آج بھی موجود ہے اور ہر صاحبِ عقل سلیم اب بھی اس کے مسلسل اور انتہائی حیرت انگیز اعجاز کو ملاحظہ کر سکتا ہے۔(۸۰)

معجزہ اور سحر کا فرق:

بعض مستشرقین اور مغربی مصنفین نے انبیا کے معجزات کو سحر سے تعبیر کیا۔لیکن یہ سخت کم علمی و نادانی ہے۔معجزہ اور سحر میں واضح فرق وامتیاز پایا جاتا ہے اور ان دونوں کو قطعاً ایک قرار نہیں دیا جا سکتا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے جادوگروں کے قرآن میں مذکور واقعہ سے معجزہ اور سحر کا فرق اظہر من الشمس ہو جاتا ہے۔فرعون کے جادوگروں کو علم تھا کہ

انہوں نے جو رسیاں پھینکیں ہیں اور جو دوسروں کو سانپ نظر آ رہی ہیں وہ حقیقت میں سانپ نہیں ہیں، بلکہ یہ سب فریب نظر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ کا عصافی الواقع اژدھا بن کر ان کے جادو کو نگل گیا ہے تو وہ فوراً ایمان لے آئے۔ کیونکہ وہ جان گئے تھے کہ عصائے موسوی کا اژدھا بننا ہماری طرح کا کوئی سحر و جادو نہیں، بلکہ خدائی نشان ہے۔ دوسرے لفظوں میں ساحروں نے علی الاعلان اور بالاتفاق یہ فیصلہ کر دیا کہ حضرت موسی جو چیز پیش کر رہے ہیں وہ ہرگز جادو نہیں ہے، بلکہ یقیناً رب العالمین کی طاقت کا کرشمہ ہے، جس کے آگے کسی جادو کا زور نہیں چل سکتا۔ اب جب ماہر فن جادوگر ہی معجزے اور سحر کے فرق کو روز روشن کی طرح عیاں کر دیں تو کسی معجزہ اور جادو دونوں کی حقیقت و اصلیت سے ناواقف شخص کا معجزے کو سحر سے تشبیہ دینا انتہائی لغو اور بعید از صواب خیال قرار پائے گا۔

معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا اور دنیا اس کے مقابلہ و معارضہ سے عاجز آ جاتی ہے۔ یہ نہ تعلیم و تعلم سے حاصل ہوتا ہے نہ اس کے سیکھنے کا کوئی قاعدہ کلیہ ہے، اور نہ اس کے ظہور میں پیغمبر کے ذاتی اختیار کو کوئی دخل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس سحر و شعبدہ یا مسمریزم ایک فن ہے، جسے ہر شخص محنت و ممارست سے سیکھ سکتا ہے۔ لہذا اس کا کوئی کرتب یا عمل ایسا نہیں ہوتا جس کا معارضہ ممکن نہ ہو۔ سید سلیمان ندوی معجزہ اور سحر میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک تو معجزہ براہ راست خدا کا فعل ہوتا ہے اور دوسرے عجائب امور اسباب طبعی و نفسی کے نتائج ہوتے ہیں۔ دوسرے معجزے سے مقصود اعدائے دعوت الٰہی کی ہلاکت یا مبلغ رسالت کی تائید اور مومنین صادقین کی حمایت اور برکت ہوتی ہے، محض کھیل تماشا، شعبدہ بازی اور بازی گری اس کا مقصد نہیں ہوتی۔ سب سے آخری شئے جو ان دونوں کے درمیان حد فاصل بن جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ ساحر و شعبدہ باز صرف تماشا، کرتب اور عجائبات دکھاتے ہیں اس کے ساتھ وہ اپنی زندگی کی پاکیزگی، ارادوں کی بے گناہی، دلوں کی طہارت و صفائی، شریعت الٰہی کی تبلیغ، قلوب کے تزکیہ اور سیہ کاریوں کے قلع قمع کے نہ مدعی ہوتے ہیں اور نہ یہ خواص اور کارنامے ان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن انبیا علیہم اسلام کی معصوم زندگی، پاک اخلاق، مقدس اعمال اور دیگر پیغمبرانہ خصایص و کیفیات خود ان کی نبوت کی منادی کرتے ہیں۔ قدم قدم پر خدا ان کی دعوت کی تائید کرتا ہے۔ ان کی صدائے حق جماعتوں، قوموں اور ملکوں میں روحانی انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔ ان کی سچائی، راستی اور صداقت پر ان کے سوانح حیات کا ایک ایک حرف گواہ ہوتا ہے۔ وہ سونے چاندی پر نہیں بلکہ دلوں پر اخلاص و ایثار اور صدق و صفائی کی مہر لگاتے ہیں۔ ایک ساحر اور مسمریزر خواص اشیا میں انقلاب پیدا کر سکتا ہے، مگر کافر کو مومن، بدکار کو عفیف بیباک کو متقی، بخیل کو فیاض، سخت کو نرم اور جاہل کو عالم نہیں بنا سکتا۔ وہ لوہے کو زر خالص میں بدل سکتا ہے لیکن کسی زنگ آلود دل کو جلا نہیں دے سکتا۔ (۸۱)

معجزات اور قانون فطرت:

معجزات کو قوانین فطرت کے خلاف قرار دے کر رد کرنے کے استشراقی تصور کو تحقیق کی میزان میں ڈالیں تو یہ بھی بالکل بے وزن نکلتا ہے۔ اول تو معجزات کو قانون فطرت کے خلاف کہنا ہی سخت محل نظر ہے۔ کوئی صاحب شعور اس حقیقت

سے انکار نہیں کر سکتا کہ انسانی علم بہت محدود ہے، اور جو کچھ انسان جانتا ہے، وہ اس سے کہیں کم ہے، جو وہ نہیں جانتا۔ بہت سے قوانین فطرت ایسے ہیں، جن کو پہلے انسان نہیں جانتا تھا، اب اس کے علم میں آئے ہیں۔ اور بہت سے اب بھی ایسے ہیں، جن کا اسے علم نہیں۔ بنابریں وہ کسی واقعہ کے بارے میں یہ حکم کیسے لگا سکتا ہے کہ وہ قوانین فطرت کے خلاف وقوع پذیر ہوا ہے؟ وہ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ واقعہ عام اور معلوم و مشاہد قوانین فطرت کے خلاف ہے۔ اور اس صورت میں معجزات کے انکار کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ اس لیے کہ معجزات عام قوانین فطرت سے ہٹ کر واقع ہوتے ہیں اور ان کو معجزات کہا بھی ان کے خلافِ قوانین عادیہ وقوع کی بنا پر جاتا ہے۔ تاہم معجزات چونکہ اللہ قادر مطلق کی طرف سے انبیا کو بطور نشان و علامت عطا کیے جاتے ہیں، اور ان کا صدور خدا تعالیٰ کی قوتِ غیر محدود اور اختیارِ بالاتر کی بنا پر ہوتا ہے۔ اس لیے اگر معجزہ کا ظہور کسی قانونِ قدرت کو توڑ کر ہو تو بھی اسے ماننا خدا کے حقیقی تصور سے آگاہ شخص کے لیے کچھ مشکل نہ ہونا چاہیے، کیونکہ جو خالق کل قوانین کو بنانے والا ہے وہ اپنی خاص حکمت و مصلحت کے تحت جب چاہے اور ضروری سمجھے ان قوانین کو توڑنے پر قادر ہے۔ پھر قوانین فطرت کے عام تصور کی رو سے بھی دیکھیں تو معجزات قوانین فطرت کے خلاف نہیں بلکہ ان کے موید ٹھہرتے ہیں۔ معجزہ اسی وقت معجزہ کہلا سکتا ہے، جب دنیا میں تکوین کا کوئی ضابطہ موجود ہو، اور پھر وہ معجزہ خود کو اس ضابطہ و قانون سے اعلیٰ وارفع ثابت کرے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نے خوب لکھا ہے کہ ہم معجزات کو قوانین قدرت کے خلاف نہیں کہہ سکتے بلکہ ہمارے نزدیک وہ ایسی دریچی ہے جہاں سے قدرت کا چہرہ زیادہ صفائی اور زیادہ قریب سے نظر آتا ہے۔ خوارق کا احیاناً وقوع ہی وہ چیز ہے جس سے ہم منظّم قوانین قدرت کے متعلق یہ یقین حاصل کرتے ہیں کہ وہ قوانین قدرت ہیں، اور کسی غیر مختار ہستی سے یوں ہی بالاضطرار نہیں بن گئے ہیں۔ معجزات وغیرہ اگر گاہ بگاہ وقوع میں آئیں تو اسی خلاق عالم کا کام ہوں گے، جو ہمیں روزانہ فطرت کے عمل کے معمولی عجائبات دکھاتا رہتا ہے۔ اور جب ایسا ہے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ خود معجزات قانون قدرت کے مطابق ہونگے۔ فطرت اور کانشنس دونوں کا یہ تقاضا ہے کہ ہم خدا کی نسبت یہ خیال کریں کہ وہ ابتری واختلال کو نہیں بلکہ امن و نظم اور ترتیب کو بالذات پسند کرتا ہے۔ لیکن جب انسان خدا کے بخشے ہوئے اختیارات کے غلط اور بے موقع استعمال سے دنیا کے امن وانتظام کو توڑتا ہے، تو بسا اوقات ایسے خوارق ظہور پذیر ہوتے ہیں، جو ہماری پیدا کی ہوئی ابتری کا علاج اور فطری امن وانتظام کے بحال کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ اس صورت میں عام قوانین فطرت کی حفاظت کے لیے خوارق کا ظاہر کرنا بجائے خود ایک قانونِ فطرت ہے۔ مولانا آگے چل کر فطرت خارجی میں چار مختلف عالموں کے وجود کا ذکر کرتے ہوئے معجزے کو چوتھے اور اعلیٰ ترین عالم سے متعلق قرار دے کر سب سے اعلیٰ قانون قدرت ثابت کرتے ہیں۔"(۸۲) جب معجزات کو خلاف قانون فطرت کہا ہی نہیں جا سکتا، بلکہ وہ فطرت کے قوانین اصلیہ کے محافظ قرار پاتے ہیں، تو سائنس کو اصولی اعتبار سے معجزات سے بیر رکھنے کی کوئی وجہ نہیں۔ چنانچہ بہت سے مفکرین نے اس نظریے

کی تردید کی ہے کہ سائنس معجزات کو مسترد کرتی ہے۔مثال کے طور پر T.R Miles اپنی کتاب Religion and the Scientific Outlook میں لکھتا ہے:

"It has often been supposed that modern science forces us to reject all miracle stories as false. I shall argue that it is not...No one has the right to deny that wonderful events ...happen from time to time... there is no justification for saying that science demands unconditional rejection of all of them." (۸۳)

''عام طور پر یہ فرض کیا جاتا ہے کہ جدید سائنس تمام معجزاتی واقعات کو جھوٹ قرار دے کر مسترد کرنے پر مجبور کرتی ہے۔لیکن میرا استدلال ہے کہ ایسا نہیں... کسی شخص کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان حیرت فزا واقعات کا انکار کرے... جو گاہے بگاہے وقوع پزیر ہوتے رہتے ہیں... یہ کہنے کا کوئی جواز نہیں کہ سائنس معجزات کی غیر مشروط تردید کا تقاضا کرتی ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے تمام قوانین فطرت کو اپنے تجربے میں منحصر سمجھ لیا ہے، بہت بڑی غلطی پر ہیں۔ سائنس کے بڑے بڑے اساتذہ نے تسلیم کیا ہے کہ ابھی تک وہ کل قوانین فطرت کا کہاں، قوانین فطرت کے ایک معتد بہ حصہ کا بھی احاطہ نہیں کر سکے۔لہذا اس حقیقت کو کسی طور بھی مسترد نہیں کیا جا سکتا کہ جس معجزہ کے وقوع کو غلطی سے خلاف قانون قدرت سمجھ لیا جاتا ہے، وہ کسی ایسے قانون فطرت کے مطابق واقع ہوتا ہے جس کا انسان کو ابھی تک علم حاصل نہیں ہوا۔ حق تو یہ ہے کہ جدید تحقیقات کی رو سے اٹل قوانین فطرت کا تصور ہی غلط ٹھہرتا ہے۔ایک زمانے میں کچھ لوگوں کے لیے جو چیز اٹل قانونِ فطرت قرار پاتی ہے، دوسرے زمانے میں دوسرے لوگوں کے لیے اس کے اٹل قانون ہونے کی دھجیاں بکھر جاتی ہیں۔Dr. Lawton نے کیا خوبصورت مثال دی ہے:

"It might have been thought a general law of nature that all swans were white, before any black ones were observed."(۸۴)

''اس چیز کو ایک عام قانون سمجھا جا سکتا ہے کہ تمام ہنس سفید ہوتے ہیں، تا آنکہ کوئی سیاہ ہنس مشاہدے میں آ جائے۔''

گویا کوئی قانون اس وقت تک اٹل قانون ہے جب تک کوئی نیا تجربہ اس کے خلاف معلومات فراہم نہیں کر دیتا۔ جب قوانین فطرت کی بنیاد تمام تر تجربہ و مشاہدہ پر ہے اور تجربہ و مشاہدہ کے نا قابل خطا ہونے کا کبھی کسی حالت میں بھی دعوی نہیں کیا جا سکتا تو پھر ظاہر ہے کہ کسی خارق عادت واقعہ کو خلافِ قانون فطرت کہہ کر کیونکر مسترد کیا جا سکتا ہے؟ سلسلہ علل و اسباب اس کے سوا کیا ہے کہ بار بار کے مشاہدہ سے ایک چیز کو دوسری چیز کی علت فرض کر لیا گیا ہے۔حالانکہ حقیقتاً پہلی چیز کا دوسری کی علت ہونا خود ہیوم جیسے منکرین معجزات کے نزدیک بھی ضروری نہیں۔جب کوئی چیز فی الواقع دوسری چیز کی علت ہی

نہیں تو معجزات کا انکار کس بنیاد پر کیا جا سکتا ہے؟ احمد امین مصری نے یہی نقطہ اٹھاتے ہوئے لکھا ہے کہ ہم ہیوم سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ ایک طرف تو تمہارا دعویٰ یہ ہے کہ علت ومعلول اور سبب ومسبب کا حقیقت الامر میں کوئی باہمی تعلق ہی نہیں۔ بس بار بار کے مشاہدہ سے ہم نے ایک چیز کو دوسری چیز کی علت سمجھ لیا ہے، حالانکہ حقیقت میں اس کا علت ہونا ضروری نہیں اور دوسری طرف تم معجزہ کا انکار اس بنا پر کرتے ہو کہ یہ مشاہدہ اور تجربہ کے خلاف ہے۔ جب تمہارے نزدیک علت و معلول کا کوئی قانون ہی نہیں تو پھر اگر کسی معجزہ کا وقوع ہو، جس کی ہم تعلیل کرنے سے قاصر ہوں تو کون سے قباحت ہوگی؟ پہلے بھی جتنی چیزیں معرض ظہور میں آئیں وہ حقیقی علت کے بغیر وجود پذیر ہوئیں اور یہ امر بھی بغیر علت کے ظاہر ہوا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک کو تو تم تسلیم کرتے ہو اور دوسرے کے انکار میں اتنا غلو کرتے ہو کہ تمہیں سرے سے اپنے فلسفے کی بنیاد ہی فراموش ہوگئی ہے؟ (۸۵) مولانا عبدالباری ندوی نے سیرت النبی از سید سلیمان ندوی جلد سوم میں شامل اپنے مقالہ ''دلائل ومعجزات اور عقلیات جدیدہ'' میں جدید تحقیقات کی روشنی میں اٹل قوانین فطرت کے نظریے کی حقیقی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے مشہور سائنسدان ڈاکٹر کارپینٹر کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہم کو معجزات کے خلافِ سائنس ہونے کے کسی ایسے فتوے کا علم نہیں جو معتبر شہادت کی موجودگی میں ان کو قبول کرنے سے مانع ہو۔ ایک قائل مذہب سائنسدان بغیر کسی عقلی دشواری کے مان سکتا ہے کہ خالقِ فطرت اگر چاہے تو قوانینِ فطرت کے خلاف بھی کر سکتا ہے۔ کارپینٹر کے نزدیک سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ خالقِ فطرت کے خلافِ فطرت کرنے کی کوئی تاریخی شہادت موجود ہے یا نہیں۔ مولانا عبدالباری کارپینٹر کے اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ یہ صرف ممکن ہی نہیں کہ خالق فطرت اگر چاہے تو سلسلہ علل ومعلولات کو توڑ کر قوانین فطرت کے خلاف کر سکتا ہے، بلکہ نامور عالم طبیعیات پروفیسر ڈالبیر کا اعتراف ہے کہ ہمارے پاس اس امر کی قوی شہادت موجود ہے، جس کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، کہ بعض طبعی حوادث اس طرح وقوع پذیر ہوتے ہیں کہ ان کے تمام علل واسباب غائب ہوتے ہیں۔ اجسام حرکت کرتے ہیں درآنحالیکہ نہ کوئی شخص ان کو چھو رہا ہے اور نہ برقی یا مقناطیسی عوامل کا پتہ ہے۔ اس کی بھی شہادت موجود ہے کہ ایک نفس کا خیال بغیر کسی وساطت کے دوسرے نفس میں پہنچ سکتا ہے اور جس قسم کے واقعات کو معجزہ سمجھا جاتا تھا ان کا وقوع اب غیر اغلب نہیں رہا ہے۔ (۸۶)

خلاصہ مبحث:

جدید مادی وسائنسی ترقی کے نتیجے میں معلوم ومعروف قوانین فطرت کے خلاف کسی واقعہ کے وقوع کو خلافِ عقل اور عہد جاہلیت کی یادگار سے تعبیر کرنے کا رجحان فروغ پا گیا۔ بہت سے مسیحی علما اور مستشرقین نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ معجزات وخوارق مذاہب کا اصلی عنصر نہیں بلکہ ان میں بعد میں داخل کیے گئے۔ بانیانِ مذاہب نے تو محض اخلاقیات کی تعلیم دی تھی، ان کے پیروکاروں نے ان کی عقیدت ومحبت میں غلو کر کے خواہ مخواہ ان کی جانب معجزات منسوب کر دیے۔ حضرت مسیح

نے معجزات دکھانے کا دعویٰ کیا اور نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ مذکورہ صدر بحث سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے کہ یہ تمام تر دعاوی لغو اور بے بنیاد ہیں۔ دیگر انبیا، حضرت مسیح اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور بائبل اور قرآن میں معجزات کا تذکرہ اس قدر واضح اور صریح چیزیں ہیں کہ ان کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جو دن کو رات اور سیاہ کو سفید قرار دینے میں کوئی عار محسوس نہ کرتا ہو۔ خود مغربی اہلِ قلم کے اقرار کی رو سے مسیحیت سے معجزاتی عناصر کو نکالنا، اسے باطل قرار دینے کے مترادف ہے۔ اسلام کا معاملہ بھی اس لحاظ سے بالکل ایسا ہی ہے۔ جن لوگوں نے سحر اور معجزہ میں مماثلت ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے، وہ بے چارے جادو کی حقیقت سے واقف ہیں اور نہ معجزہ کی۔ سحر انسان اپنی محنت و ممارست سے سیکھتا ہے اور اسے محض کھیل تماشے اور سفلی و مادی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جبکہ معجزہ اس کے برعکس آدمی کی دسترس سے باہر اور خلاقِ عالم کا فعل ہوتا ہے اور اس سے کم تر و بے مایہ مادی و سفلی مقاصد کے علی الرغم روحانی و انسانی اور انتہائی اعلیٰ و ارفع مقاصد کا حصول مطلوب ہوتا ہے۔ معجزات کو قوانینِ فطرت کے خلاف قرار دے کر رد کرنے کا عقلی و نقلی دونوں اعتبار سے کوئی جواز نہیں۔ عقل و نقل اور جدید علمی تحقیقات سے اخذ ہونے والے دلائل سے معجزات کا امکان و وقوع محقق ہو جاتا اور یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ معجزہ قوانینِ فطرت کے خلاف نہیں بلکہ قوانینِ عادیہ کے خلاف ہے۔ جب بڑے بڑے سائنسدانوں اور ماہرینِ قوانینِ فطرت کو اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ انسان کا علم موجودہ غیر معمولی ترقی کے باوجود قوانینِ فطرت کے نہایت ہی تھوڑے حصے کا احاطہ کر سکا ہے، اور بے شمار قوانینِ فطرت ایسے ہیں جن کا ابھی تک انسان کو کچھ علم نہیں، تو کسی معجزہ یا خارقِ عادت واقعہ کو خلافِ قانونِ فطرت کیسے کہا جا سکتا؟ ہو سکتا ہے کہ اس کا وقوع کسی ایسے قانونِ فطرت کے مطابق ہوا ہو، جس تک ابھی تک انسان کا علم رسائی حاصل نہ کر سکا ہو۔ نیز یہ بات بھی نامور اہلِ فکر اور سائنسدانوں کے اعترافات اور قوی شہادتوں کی روشنی میں پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ جن قوانین کو اٹل قوانینِ فطرت کہا جاتا ہے ان کے خلاف واقعات وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ سو جب عام حالات میں بار بار مشاہدہ و تجربہ میں آنے والے قوانین کے خلاف ہو جانا ممکن و مشاہد ہے تو خدا کے لیے مخصوص حالات میں اپنی حکمت و مصلحت کے تحت اپنے کسی بندہ خاص کی تائید و نصرت کی علامت و نشانی کے طور پر عام قوانینِ فطرت کے خلاف کسی واقعہ کا ظاہر کر دینا کیونکر غیر ممکن کہا جا سکتا ہے؟ بنابریں معجزات کا انکار نہ صرف مذہبی اعتبار سے جہالت کی نشانی ہے، بلکہ علمی و سائنسی بدیہیات سے بھی ناواقفیت کی دلیل ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1. Lawton , J. S. Dr, Miracles and Revlation, London, 1959. P. 11.

2. Mill, J.S, Nature, Utility of Religion and Theism,London, MDCCCL XXIV, 3rd ed. p. 120.

3 Kant, Immanuel, Religion within the limits of reasonalone, New York, 1960, p.x.

4. Rosenthal and P. Yudin, A Dictionary of Philosophy Mascow, 1967, p. 307.

5. Longman, Green & Co Pub. By, Supernatural Religion, London, 1874, vol. II, p. 480.

6. The Encyclopedia Americana, U.S. A. Crolier Incorporated,1984, vol. 19, p.217.

7. Ibid

8. Stuckrad, Kockuvon, editted by, The Brill Dictionary of Religion, Brill, Leiden, Boston, 2006, vol III,p. 1232.

9. Longman, Green & Co; Published By, Supernatural Religon,vol. I. p. 10 Cf. The Gospel of Resurrection, 3rd ed; 1874. p. 101.

10. Mozely, J. B, On Miracles, 2nd Ed. 1867, p. 6f.

11 Please see:The Brill Dictionary of Religion, vol.III,p.1232

12. Pratt, Jhon H, Scripture and Science not at varience, London, 1856, p. 95.

13. Ibid. pp. 8,11,17.

14. The Brill Dictionary of Religion, vol.III,p.1232

15. Ibid

16. The Encyclopedia Americana, vol. 19, p. 217.

17. Bashir Ahmed Siddiqi, Dr. Professor, Modern Trends in Tafsir Literature- Miracles, Lahore: Faculty of Islamic and Oriental Learning, University of the Punjab, 1988, P. 198. Cf. Nelson's Encyclopaedia, London, 1952, p. 341.

18. Hume, David, Enquiries Concerning the humanunderstanding,edited by L.A. Selly, Bigge 2nd ed; Oxford, 1893, P. 114.

19. Ibid. pp. 114-127.

20. Ibid. P. 119.

21. Kant, Immanuel, Religion within the limits of reasonalone p. 81.

22. Ibid. p. 48.

23. Lawton, J.S. Dr. Miracles and Revelation , p. 84.

24. Ibid. pp . 100-101.

25. Supernatural Religion,vol. I. p. 324.

26. Ibid. p. 117.

27. Ibid. P. 325.

28. Ibid. vol. II. p. 486.

29. Bashir Ahmad Siddiqi, Dr,Modern Trends in Tafsir Literature- Miracles, P. 8. Cf Shorter Enecylopedia of Islam, article; "Mudiza"

۳۰۔ دیکھیے: الطوسی، ابونصر، السراج، کتاب اللمع، مصر، دار الکتب الحدیثہ، بغداد مکتبہ المثنی، ۱۳۸۰ھ، ص۳۲۳؛ سید سلیمان ندوی، سیرت النبی، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ج۳، س۔ن۔ ص۴، محمد ادریس کاندھلوی، مولانا، سیرت المصطفی، لاہور، مکتبہ عثمانیہ، جامعہ اشرفیہ ۱۴۰۶ھ، ج۳، ص۴۴۰۔

۳۱۔ عبدالحق حقانی، مولانا تفسیر حقانی، لاہور، الفیصل، س۔ن، ج۱، ص۷۔

۳۲۔ سید سلیمان ندوی، حوالہ مذکور، ص۲۔۴۔

۳۳۔ الرازی، فخر الدین، التفسیر الکبیر ومفاتیح الغیب، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۵ھ، ج۲۵، ص۷۹۔

۳۴۔ الغزالی، ابوحامد، محمد بن محمد، المنقذ من الضلال، لاہور: ھیئۃ الاوقاف بحکومۃ البنجاب، ۱۹۷۱، ص۱۳۔ مزید دیکھیے: الرازی، فخر الدین، المطالب العالیہ من علم الٰھی، بیروت، دار الکتب العربی، ۱۴۰۷ھ، ج۸، ص۱۰۳۔۱۱۴۔

۳۵۔ شبلی نعمانی، علامہ، علم الکلام اور الکلام، کراچی، مسعود پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۶۷، ص۲۱۷۔

۳۶۔ قدوائی، ڈاکٹر آصف، مقالات سیرت، کراچی، مجلس نشریات اسلام، س۔ن۔ص۱۱۱۔

۳۷۔ الجرجانی علی بن محمد، شرح المواقف، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ، ج۸، ص۲۵۲۔

۳۸۔ سید سلیمان ندوی، سیرت النبی، جلد سوم، ص۹۷۔۱۰۲۔

۳۹۔ ابن سینا، الاشارات والتنبیھات، دار احیا الکتب العربیۃ عیسی البابی الحلبی وشرکاءہ۔س۔ن، جلد۳، ص۲۲۶۔

۴۰۔ راغب الاصفہانی، ابی القاسم الحسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، مصر، مطبعہ المیمنیہ، ۱۳۲۲ھ، ص ۳۲۲۔

۴۱۔ ابن منظور، العلامہ، لسان العرب، بیروت، دار احیا التراث العربی للطباعۃ النشر والتوزیع، ۱۹۸۸، ج۹، ص۵۸۔

۴۲۔ المورد الوسیط (قاموس عربی۔انگلیزی)، بیروت، دار العلم للملایین، ۱۹۹۰، ص۴۹۱، نیز دیکھیے الفرائد الدریہ (عربی انگلیزی)، بیروت، کیتھولک پریس، ۱۹۶۴، ص۴۵۵۔

۴۳۔ دیکھیے: سید احمد دھلوی، مولوی، فرہنگ آصفیہ، لاہور: اردو سائنس بورڈ، اپر مال، ج۴، ۱۹۹۵، ص۳۷۱، عبدالحمید، خواجہ، جامع اللغات، لاہور: اردو سائنس بورڈ اپر مال، س۔ن۔ج۲، ص۱۸۴۴۔

۴۴۔ المائدہ۵:۳۱۔

۴۵۔ التوبہ۹:۲۔

۴۶۔ الشوری۴۲:۳۱۔

۴۷۔ مختصر اردو دائرہ معارف اسلامیہ، شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۹۷، ص۸۰۶۔

۴۸۔ الطبرسی، بوعلی الفضل بن حسین، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، بیروت، مکتبۃ الحیاۃ، ۱۳۹۰ھ ج۱، ص۲۸۱۔

۴۹۔ ابن عربی، محی الدین، الفتوحات المکیۃ، القاہرہ، المکتبہ العربیۃ، ۱۳۹۴ھ، ج ۳، ص ۴۲۲۔

۵۰۔ السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمن، الاتقان فی علوم القرآن، لاہور: سہیل اکیڈمی، ج ۲، ص ۱۱۶۔

51. Al-Taftazani, Sad al-Din, A commentary on the creed of Islam, Eng. Trans.by Edgar Elder, New York, Columbia University Press, 1950, p. 129.

52. J.A. Simpson and E.S.C. Weiner. prepared by, the Oxford English Dictionary, Oxford, Clarendon Press, 1989, vol.IX. pp. 835-836.

۵۳۔ الاعراف ۷:۱۰۶۔۱۰۸۔

۵۴ ھود ۱۱:۶۴۔

۵۵۔ آل عمران ۳:۴۹۔

۵۶۔ الغزالی، ابوحامد محمد بن محمد، احیاء العلوم الدین، مصر، ۱۹۳۹ء، ج ۲، ص ۳۸۴۔

۵۷۔ الباقلانی، ابوبکر محمد بن الطیب، کتاب التمہید، بیروت، ۱۹۵۷، ص ۱۳۲۔

۵۸۔ ابن حزم، کتاب الفصل فی الملل والاھوالنحل، مصر، ۱۳۱۷ھ، ج ۵، ص ۲۔

59. Supernatural Religion, Op. Cit. Vol. I. p. 9.

60. Ibid., p. 10.

۶۱۔ الانبیاء ۲۱:۶۹۔

۶۲۔ الصفت ۳۷:۱۴۵۔

۶۳۔ البقرہ ۲:۶۰۔

۶۴۔ البقرہ ۲:۵۰۔

۶۵۔ الاعراف ۷:۱۰۷۔۱۰۸۔

۶۶۔ البقرہ ۲:۶۵۔

۶۷۔ مریم ۱۹:۱۶۔۳۰۔

۶۸۔ آل عمران ۳:۴۵۔۴۷۔

۶۹۔ بنی اسرائیل ۱۷:۱۔

۷۰۔ القمر ۵۴:۱۔

۷۱۔ مثلاً یہ آیات: ﴿وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (الانعام ۶:۳۷) وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ (الرعد ۱۳:۷)

۷۲۔ القمر ۵۴:۱۔۲۔

۷۳۔ بنی اسرائیل ۱۷:۱۔

۷۴۔ آل عمران ۳:۶۱۔

۷۵۔ الانفال ۸:۱۷۔

۷۶۔ الروم ۳۰:۲۔۴۔

۷۷۔ التوبہ ۹:۴۰۔

۷۸۔ آل عمران ۳:۱۲۳۔۱۲۴۔

۷۹۔ الفتح ۴۸:۲۷۔

۸۰۔ قرآن جس حیرت انگیز انداز سے آج بھی اپنے اعجاز کو واضح کر رہا ہے، اس کی تفصیلات جدید علم وسائنس کے تناظر میں کیے گئے اس کے بہت سے حالیہ مطالعات میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر دیکھیے:

Murrice Bucaille,The Bible, the Quran and Science, translated from the French by Alastair D.Pannell and the Author.N.D.